قرآنی حلقوں کا قیام، وقت کی اہم ضرورت ہے۔

مسلمان دنیا کے تمام مذاہب و ادیان میں بایں طور ممتاز ہیں کہ ان کے پاس الٰہی تعلیمات کا وہ مجموعہ موجود ہے جو اپنے نزول سے لیکر آج تک اسی حالت میں جوں کا توں محفوظ ہے۔ جسطرح وہ نازل ہوا تھا۔ نیز روئے زمین پر سوائے قرآن مجید کے کوئی کتاب بھی ایسی نہیں کہ جسے لوگوں نے حفظ کیا ہو۔ اور یہ امر بھی مسلمانوں کو دیگر لوگوں سے ممتاز کرتا ہے کہ انکی کتاب سے حسن قرآت کے مقابلے پوری دنیا میں منعقد ہوتے ہیں۔ جبکہ توریت و انجیل اور گیتا و اوستا کے ماننے والے اسطرح کے مقابلوں سے محروم ہیں۔ قرآن مجید کی الٰہی حفاظت پر مسلمانوں کو غور کرنا چاہیے کیا قرآن کی طرح کوئی اور کتاب بھی اس کی مثل محفوظ مانی جاسکتی ہے؟ بس یہی وہ بنیادی نقطہ ہے جو مسلمانوں کو قرآن کی طرف کھینچتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی زندگی کے رہنما اصول، قرآن سے اخذ کرتے ہیں۔ اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے بلکہ اپنی ہدایت کسی اور کتاب سے اخذ کرتے ہیں۔ وہ دراصل اپنے رویئے سے قرآن مجید کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں کہ جنھوں نے قرآن کو مہجور کر رکھا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو اخذ ہدایت کے لئے ایک بار پھر قرآن سے اپنا وہی رشتہ استوار کرنا پڑے گا۔ جو اس کا حق بھی ہے۔ اور وہ اسکا متقاضی بھی ہے۔

یہ ایک الم انگیز حقیقت ہے کہ قرآن سے دوری نے مسلمانوں میں باہمی انتشار و افتراق پیدا کر رکھا ہے۔ وہ نہ صرف ایکدوسرے سے بدظن بلکہ ایک دوسرے کو مسلمان ماننے سے بھی گریزاں ہیں۔ ان میں بڑھتی ہوئی باہمی منافرت ہر دردمند اور حساس مسلمان کے لئے باعث تشویش ہے۔ مذہبی حلقے نے اپنے منفی رویوں کو اگر تبدیل نہ کیا تو عالم اسلام کی صورتحال ناگفتہ بہ ہو جائیگی۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے مسلمانو!   تمہاری داستاں باقی نہ ہوگی داستانوں میں

یاد رکھیے! مسلمانوں کے اندر مختلف فقہی مذاہب اور اعتقادی مسالک کی حیثیت مختلف مکتب ہائے افکار کی ہے۔ اور کسی بھی مکتب فکر سے وابستہ ہونا ایک فطری امر ہے۔ مگر اسے تعارف کا ذریعہ ہونا چاہئے نہ کہ تنافر کا۔ فکری و اعتقادی اختلافات کی بنیاد پر ایک دوسرے کو برداشت نہ کرنا۔ سب و شتم کرنا بلاشبہ مذہبی دہشت گردی ہے۔ اس دہشت گردی نے ہمارے نوجوانوں کو دین سے دور رکھا ہے۔ چنانچہ تمام مسلمانوں کا بالعموم اور علمائے کرام کا بالخصوص فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے مواعظ حسنہ اور حسن سلوک سے عالم اسلام کے اتحاد اور ملی یکجہتی کے تصور کو نمایاں کریں۔

قرآن مجید فرقان حمید، ہدایت کا منبع اور مسلمانوں کے عالمی اتحاد کا مرکز و محور ہے۔ اور انکے جملہ مسائل کا حل اس کی تفہیم اور تعمیل میں مضمر ہے۔ بدقسمتی سے مسلمان قرآن کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اس لئے جہالت اور گمراہی کی وادیوں میں بھٹک رہے ہیں۔ قرآن سے دوری نے انہیں ہر خیر و خوبی اور فضل و کمال عزت و عظمت اور جاہ و جلال سے محروم کر رکھا ہے۔ کیونکہ جو معاشرہ بھی قرآنی انوار سے مستفید نہیں ہوگا۔ وہاں فکری و اعتقادی ظلمتوں کا بسیرا ہوگا۔ اسلیئے قرآن کی برکتوں اور رحمتوں کے حصول کے لیئے، قرآن کو سمجھنا، اس پر عمل کرنا ضروری ہے کیوں کہ اقامت فی الدین، قرآن کے بغیر ناممکن ہے۔ چنانچہ عالم اسلام کے غلبہ اور احیاء کے لئے جگہ جگہ قرآنی حلقے قائم کیئے جانے چاہیں۔ اور مسلکی تعصبات سے بالاتر ہو کر قرآنی تعلیمات کو عام کیا جانا چاہیئے۔ یہ کام اصلاً تو حکومتی سطح پر کرنے کا ہے تاکہ زیادہ بہتر نتائج پیدا ہو سکیں۔ تاہم اس امر کیلیے حکومتوں کا انتظار نہ کیا جائے۔ مسلمانوں میں سے اہل خیر اور اہل علم دونوں ملکر، اس مشن کے لئے سرگرم عمل ہو جائیں کہ اسی میں سب کی نجات اور کامیابی ہے۔

دینی مدارس اور عصر حاضر کے چیلنجز

ہر دور کے اپنے چیلنجز ہوتے ہیں جن کا جواب اسی دور میں دیا جاتا ہے۔ یعنی انہیں شکست دی جاتی ہے۔ عصر حاضر کے اپنے چیلنجز ہیں جو دنیا کو متحیر اور مضطرب کیئے ہوئے ہیں۔ اور وہ چیلنجز تا حال اپنے جواب کے منتظر ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی بھی چیلنج کا جواب اسی وقت ممکن ہے۔ جب جواب دینے والے ان تمام ضروری صلاحیتوں، تدبیروں اور حکمتوں سے مالا مال ہوں جو پیش آمدہ صورت حال میں درکار ہیں۔

دینی مدارس اپنی اصل کے اعتبار سے اس وقت سے قائم ہیں جب پیغمبر اسلام ﷺ کے اصحاب، ان سے کتاب و حکمت کی تعلیم حاصل کرتے اور اپنے نفوس کا تزکیہ کرتے تھے۔ اس سلسلے میں ''اصحاب صفہ'' کی روشن مثال ہمارے سامنے ہے۔ چراغ سے چراغ جلنے اور جلانے کا عمل شروع سے جاری ہے۔ چوں کہ ہر دور کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں۔ اور ان تقاضوں کو پورا کیئے بغیر ہم اپنا چراغ نہیں جلا سکتے۔ دینی مدارس اپنے دعووں کے مطابق، قرآن حکیم اور سنت نبوی ﷺ کی تعلیمات پر قائم ہیں۔ لیکن اگر کسی مدرسے میں قرآن و سنت کی بجائے، بعض مخصوص فروعات پر زور دیا جائے اور پھر انہی موضوعات کو اصل دین بنا کر پیش کیا جائے تو اس پر افسوس ہی کیا جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں، ایسے مدرسے، عصر حاضر کے مسائل سے کس قدر واقف ہوں گے۔ اس کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا